شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ **رحیمیہ** لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوری
دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

جولائی **2012**ء/ شعبان، رمضان **1433**ھ – جلد نمبر **4**، شمارہ نمبر **7** – قیمت فی شمارہ: مبلغ **15** روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ **180** روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ **400** روپے

حضرت اقدس مولانا

ارشادِ گرامی **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا کہ: ''ذکرِ لسانی سے مقصد دل پر اثر ڈالنا ہی ہے۔ یعنی (اللہ کی) محبت پیدا کرنا، جسے ''آثارِ ذکر'' کہتے ہیں۔ ''سلوک'' میں چلنا بغیر حرکت کے نہیں ہوتا اور حرکت کے بڑے طریقوں میں سے (ایک) یہ ہے کہ زور زور سے ذکرِ لسانی کیا جائے، تاکہ (دل میں) گرمی پیدا ہو اور گرمی سے حرکت پیدا ہو۔...

اصل تو (شیخ کی) صحبت ہے۔ اس سے جو عشق اور محبت پیدا ہوتی ہے، اس کو ابتدائی طور پر رواں کرنے کے لیے ذکر اللہ کرتے ہیں۔ اور ذکر اللہ کے ذریعے سے اس کے نفع کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ (اس لیے) سب سے اچھا ذکر، لسانی جہر سے دل میں گرمی اور حرکت پیدا کرنا ہے۔ اور اصل تو ذکرِ قلبی ہے، مگر لاکھوں میں ایک دو شخص مشکل سے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ زبان کے بجائے قلب سے ذکر پر جلد قادر ہو جائیں۔ اس لیے زیادہ لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے ذکرِ لسانی جہری کراتے ہیں۔ اور صحبت کا فائدہ اس وقت ہوتا ہے، جب غفلت نہ ہو یا کم ہو تو غفلت کو دور کرنے کے لیے دل میں یادِ الٰہی کی ضرورت ہے۔''

(مجلس 17/ صفر المظفر 1366ھ/ 11/ جنوری 1947ء۔ مقام: ڈھڈیاں، ضلع سرگودھا)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 01-200۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمن
مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

درس قرآن
رمضان المبارک کے فوائد اور خصوصیات

درس حدیث
سحری کی برکت

اداریہ
بدترین معاشی صورتِ حال اور بجٹ کا گورکھ دھندا

خطبہ جمعة المبارک
انسانی اجتماعیت قائم کرنے کا نبوی اسوۂ حسنہ

خطبات
امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی؛ یادیں اور تأثرات

خوش خبری
روحانی تربیتی اجتماع رمضان المبارک
1433ھ/ جولائی، اگست 2012ء

رمضان المبارک 1433ھ / 2012ء
رمضان کیلنڈر برائے لاہور، اسلام آباد، ملتان، پشاور، کوئٹہ، کراچی، سکھر

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئنز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیو تھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111, 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

رمضان المبارک کے فوائد اور خصوصیات

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ

(رمضان کا مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت اور فرقان کی کھلی کھلی باتیں ہیں۔ پھر تم میں سے جو شخص اس مہینے میں زندہ ہو، وہ ضرور روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو، تو گنتی کے دوسرے دن پورے کر لے۔) (185:2)

جس ماہِ مقدس میں تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں میں مذہبی تعلیم کی نشرواشاعت کے لیے کمربستہ ہو جاؤ، وہ یہی رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ اسی میں قرآن کا نزول ہوا ہے۔

اس ماہِ مبارک کی خصوصیات حسبِ ذیل ہیں:

(الف) نوعِ انسانی کے لیے سرچشمۂ رُشد و ہدایت ہے۔

(ب) ہدایت و راہ نمائی کے وہ اصول وضوابط جو نظر و فکر کے محتاج ہیں، قرآن حکیم نے ان کو اس طرح کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ بدیہی (روزِ روشن کی طرح) معلوم ہونے لگتے ہیں اور ہر شخص آسانی سے ان کو سمجھ لیتا ہے۔

(ج) جو لوگ اس کتابِ عزیز کے درس و مطالعے میں مصروف ہوں، اُن کی قوت فیصلہ اَور زیادہ زبردست ہو جاتی ہے۔ حق و باطل میں تمیز کرنے لگ جاتے ہیں۔ سرمایہ پرست دنیادار، علمائے سو اور جاہل صوفیوں کے دھوکے میں نہیں پھنستے۔

یہ ماہِ مقدس قرآن حکیم کے نزول کی سال گرہ کا مہینہ ہے۔ رمضان میں قرآن کا نزول ہوا، اس لیے ہر وہ مسلمان جو اس مہینے میں زندہ ہو، ضرور روزہ رکھے تاکہ جشن و مسرت کا اظہار ہو۔ البتہ مرض اور سفر کی حالت میں رخصت دی جاسکتی ہے کہ بعد میں اس کمی کو پورا کرلیا جائے۔ ایک طالبِ علم کا فرض تو یہی ہے کہ باقاعدہ کالج میں حاضر ہو، لیکن اگر کسی ضرورت سے نہ آسکے تو اسے گھر پر سبق کو تیار کرنا ہوگا تاکہ باقی طالب علموں کے ساتھ درس میں شریک ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں کسی تکلیف میں نہیں ڈالنا چاہتا، بلکہ وہ تمہاری سہولت و آسانی کو ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے سفر اور مرض میں رخصت دے دی۔ اگر غور سے کام لو تو یہ حقیقت تم پر واضح ہو جائے گی کہ تمہاری انفرادی و اجتماعی زندگی کے لیے اس سے بہتر کوئی دوسرا قانون نہیں ہوسکتا۔ تم اس پر عمل کر کے دائمی زندگی حاصل کر لو گے۔ اس تکلیف کے برداشت کرنے سے تمہارے لیے صدہا سہولتوں اور آسانیوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ پس اس کو تکلیف کون کہے گا، جس کا نتیجہ "فضیلت علی العالمین" (تمام جہان والوں پر فضیلت) اور خلافتِ ارضی ہو۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے جو صرف تمہارے لیے مخصوص کر دی گئی ہے اور اس پر تم جس قدر بھی اللہ کی بڑائی اور بزرگی بیان کرو، کم ہے۔

اس قانون پر عمل کرنے کا ایک نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم میں عملی قوت پیدا ہو جائے گی۔ تمہاری مخفی قوتیں منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوں گی۔ جوش و ولولۂ عمل پیدا ہوگا۔ قرآن کو اپنے ہاتھ میں لے کر دنیا بھر میں اس کی نشرواشاعت کرو گے اور کوئی بڑی سے بڑی قوت تمہاری راہ میں رُکاوٹ نہ ہوگی۔ ممکن ہے دن بھر روزہ رکھنے کی وجہ سے قرآن کی تلاوت نہ ہو سکے۔ اس لیے شارع نے رات معین کر دی کہ کھانے پینے سے طبیعت سیر ہو جائے گی۔ دن بھر جس قدر قوتیں کمزور ہو چکی ہیں، لوٹ آئیں گی اور رات کو اطمینان کے ساتھ پڑھ سکیں گے۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحئی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

سحری کی برکت

عن ابن عمر، قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم:
"إن اللّٰه و ملائکتهٔ یصلّون علی المستحرین."

(حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔)

اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کا انعام و احسان مذکور ہے۔ روزے کا اجر و ثواب اپنی جگہ ہے۔ دن بھر روزہ رکھنے کے لیے سحری کے وقت، کھانا کھانے کا ثواب اس کے سوا ہے۔ اللہ کریم کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے سحری کو بھی ہمارے لیے ثواب و برکت کی چیز بنا دیا ہے۔ سحری کھانے کی فضیلت کا ذکر بہت سی حدیثوں میں آتا ہے، لیکن بعض لوگ سستی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ: ''سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔'' (بخاری و مسلم) ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں اور وہ سحری نہیں کھاتے۔'' ایک اور حدیث میں ذکر ہے کہ: ''تین چیزوں میں برکت ہے: 1۔ جماعت کا حصہ بنے رہنے میں، 2۔ ثرید (کھانے کی ایک قسم) میں اور 3۔ سحری کھانے میں۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو اپنے ساتھ سحری کھلانے کے لیے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ: ''آؤ! برکت کا کھانا کھا لو۔'' ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''سحری کھا کر روزے پر قوت حاصل کرو اور دوپہر کو سو کر اخیر شب کے اٹھنے پر مدد چاہا کرو۔'' عبداللہ بن حارث ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپ سحری نوش فرما رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ: ''یہ ایک برکت کی چیز ہے، جو اللہ نے تمھیں عطا فرمائی ہے، اسے مت چھوڑنا۔''

ان تمام حدیثوں سے ہمیں نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور سحری کھا کر مفت کا ثواب حاصل کرنا چاہیے۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ سحری کھانے میں بندے کا اپنا فائدہ ہے، لیکن اللہ پاک کے ہاں اس کا بھی اجر و ثواب ہے۔ سحری کی برکات کی مختلف وجوہات یہ ہیں:

1۔ سحری کھانا اتباعِ سنت ہے کہ یہ محبوبِ کردگار کا بتلایا ہوا اور اپنایا ہوا طریقہ ہے۔

2۔ اس طرح اہل کتاب (یہودیوں اور عیسائیوں) سے امتیاز ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ سحری نہیں کھاتے اور ہم سحری کھاتے ہیں۔

3۔ سحری کھانے کے لیے انسان اُٹھے تو اُسے ہمیشہ صبح کے اِس وقت اٹھنے کی عادت پڑ جاتی ہے، جو ذکر و عبادت کے لیے بہترین وقت ہے۔

4۔ سحری کھانے سے عبادت میں دل بستگی پیدا ہوتی ہے۔ کیوں کہ بھوک سے اکثر بداَخلاقی اور تھکاوٹ و تکان پیدا ہو جاتی ہے۔

5۔ سحری کا وقت دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ ایسے وقت سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا جائے۔

سحری کی اتنی بڑی برکت کے پیش نظر ہمیں چاہیے کہ رمضان میں روزہ رکھنے والے لوگ سحری ضرور کھایا کریں۔ خواہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو یا پانی کا ایک گھونٹ ہی ہو۔ اسلام ایک دین فطرت ہے۔ اسلام کی تعلیم انسان کی آسانی اور بہتری کے لیے ہے۔ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں، جس سے انسانوں کو نقصان پہنچتا ہو، بلکہ شریعت کے احکامات انسانیت کے فائدے اور اس کی مجموعی ترقی کے لیے بہت مفید ہیں۔

اداریہ

بدترین معاشی صورتِ حال اور بجٹ کا گورکھ دھندا

کہنے کو تو ہر سال جون کے مہینے میں بجٹ کے عنوان سے آئینی حوالے سے ایک ''مالیاتی بل'' منظور کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ملک کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں مقتدر طبقات کے بڑھتے ہوئے مالیاتی مفادات کی تکمیل کے لیے بجٹ کے نام پر ایک سنگین مذاق کیا جاتا ہے۔ اس بجٹ کا بڑا حصہ ملک میں نافذ سرمایہ دارانہ نظام سے مراعات اٹھانے والے مقتدر طبقات کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ 1947ء کے بعد جب سے ملک کے مقتدر طبقات امریکی مفادات کے لیے کردار ادا کرنے لگے ہیں، تب سے ملکی بجٹ کے اعداد و شمار سامراجی مقاصد کے تابع ہو کر رہ گئے۔ ملک کا ہر وزیرِ خزانہ عالمی سامراجی مفادات کا ترجمان بن کر ملک کی مالیاتی اور اقتصادی پالیسیاں ترتیب دیتا ہے اور ایسے معاشی اقدامات تجویز کرتا ہے، جو ایک طفیلی ملک کے کردار کو بڑھاوا دینے کا باعث بنتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ملک و قوم کے مفادات کا حامل بجٹ ایسی اقوام بناتی ہیں، جو اپنی آزادی و حریت کی اساس پر مجموعی ملکی آمدنی اور حقیقی قومی اخراجات کا صحیح تخمینہ لگانے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔ آزاد قوموں کے ملکی بجٹ میں قومی وسائل کی دستیابی کا صحیح تعین کیا جاتا ہے۔ یہ اُسی وقت ممکن ہوتا ہے کہ جب کوئی ملک سیاسی حوالے سے ایک مستحکم اور مضبوط حکومت کی اساس پر اپنی قومی آزادی کی حفاظت کرنے اور معاشی حوالے سے ملکی اقتصادی تقاضوں کے مطابق معاشی حکمتِ عملی ترتیب دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو۔ نیز اپنی سماجی اقدار کی اساس پر سوسائٹی کے تمام لوگوں کو یکساں حقوق دینے کی ذمہ داری قبول کرتا ہو۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ غلامی کے پرپیچ چکر میں گرفتار ہیں۔ سامراجی مفادات کا تحفظ کرنے والے نودولتیے ہمارے حکمران ہیں۔ مقتدر طبقات کرپشن کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کرپٹ لوگوں کو سیاسی رہنما بنا کر ملک و قوم پر مسلط کیا ہوا ہے۔ ہم عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے نمائندوں کو اپنا ووٹ دے کر منتخب کرتے ہیں اور اپنے قومی وجود کو ان کے پاس گروی رکھ کر معاشی خوش حالی کے خواب دیکھتے ہیں۔ بھلا آدم خور انسانی بھیڑیوں سے خیر کی امید رکھنا کہاں کی خوش فہمی ہے!؟ ظالمانہ سرمایہ داری نظام کے شکنجے میں پھنسی قوم بجٹ کے دنوں میں خوش حالی کی نوید سننے کی متمنی ہوتی ہے، اپنے قومی وجود کے ساتھ اس سے بڑا سنگین مذاق اور کیا ہوگا۔

اس سال کا بجٹ بھی گزشتہ سالوں کی طرح اعداد و شمار کا ایک ایسا گورکھ دھندا ہے، جسے عام آدمی کسی صورت نہیں سمجھ سکتا۔ اس پر طرفہ تماشا یہ ہوا کہ اس سال غالباً مقتدر طبقات کی طے شدہ حکمتِ عملی کے تحت جان بوجھ کر وزیرِ خزانہ کو پورا بجٹ پیش ہی کرنے نہیں دیا گیا۔ اپوزیشن کے نام سے جو نام نہاد لیڈر ہمارے سروں پر مسلط ہیں، انھوں نے اسمبلی کے فلور پر ایسا دنگا فساد اور شور مچایا کہ الامان والحفیظ۔ شاید یہ اس لیے کیا گیا کہ نہ عوام پورا بجٹ سن سکیں اور نہ ہی اس میں تہہ در تہہ چھپائی گئی اعداد و شمار کی جادوگری کی طرف کسی کی توجہ جائے۔ ایسے ہنگامے کے دوران وزیرِ خزانہ نے صرف 27 منٹ کی اپنی بجٹ تقریر میں 15 منٹ اپنی پارٹی کی تعریف و توصیف اور بلند بانگ دعوؤں میں گزار دیے۔ حقائق کے خلاف سابقہ حکومت سے ورثے میں ملی کمزور معیشت کا رونا رویا، جب کہ حالیہ حکومت 20 نومبر 2008ء کو آئی ایم ایف کو جمع کرائی گئی ایک دستاویز میں سابقہ مشرف حکومت کی معاشی کامیابیوں کو خراجِ تحسین پیش کر چکی ہے۔ بجٹ تقریر کے باقی 12 منٹ میں چند شعبوں سے متعلق کچھ سرسری سے اعلانات کیے گئے۔ ان میں بھی مراعات یافتہ تاجر طبقات کے لیے ٹیکسوں کی چھوٹ دے کر ان کی مراعات میں مزید اضافہ کیا گیا۔ باقی قوم کو مزید نچوڑنے کے لیے بجٹ میں کیا خفیہ کاری گری کی گئی ہے، اس کا کسی کو کچھ پتا نہیں۔ اس طرح اگلے ایک سال کے لیے پیش کیے جانے والے ''مالیاتی بل'' میں، رکھے گئے اخراجات اور آمدنی کے تخمینوں کا درست تجزیہ کرنے کا پورا موقع نہیں دیا گیا۔

اس سرمایہ دارانہ نظام کے دونوں کھلاڑی حکومت و اپوزیشن دراصل ایک ہیں۔ دونوں سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار اور اس کے کھونٹے کے ساتھ بندھے ہوئے غلام ہیں۔ وہ اس کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے گروہی مفادات کے حصہٴ رسدی کے لیے تو لڑتے ہیں، لیکن ملک و قوم کے اجتماعی مفاد سے انھیں کوئی واسطہ و مطلب نہیں ہے۔ ملک کے خزانے سے مراعات حاصل کرنا ہوں تو دونوں کا اتفاق ہوتا ہے۔ سابق صدور و وزراءِ اعظم کے لیے تاحیات فوائد سمیٹنے کے لیے سب متفق ہیں۔ اگر اپوزیشن پر مشتمل کوئی ''اتفاق'' کا نمائندہ یہ کہے کہ ''میں یہ مراعات نہیں لوں گا'' تو دوسرا فوراً اعلان کرتا ہے ''یہ تو سابق وزیرِ اعظم کا پورا پروٹوکول لے رہے ہیں۔ اور آج بھی 1500 سیکیورٹی اہل کار اور بلٹ پروف گاڑی ان کے استعمال میں ہے۔ اور اس کی مرمت کا صرف ایک ماہ کا بل 28 لاکھ روپے وصول کیا گیا ہے۔'' دراصل یہ طبقات سرمایہ دارانہ نظام سے اپنے حصہٴ رسدی میں اضافے کے لیے لڑتے ہیں، جب کہ بلند بانگ نعروں کے ذریعے سے عوام کو بے وقوف بناتے ہیں۔ اب تو عدل و انصاف کے نام پر ایوانِ اعلیٰ کی کرسی پر متمکن حضرات بھی اس نظام سے اپنا حصہٴ رسدی بڑھانے کے لیے ''سیاسی فیصلے'' جاری کر رہے ہیں۔ اب تو لوٹ مار کے اس عمل میں ان رہنماؤں کے صاحبزادگان بھی شامل ہو گئے ہیں۔ ایشائی ترقیاتی بینک کے ''فنڈز'' سے تنخواہیں وصول کرنے کا کچھ تو اثر ظاہر ہونا تھا۔ اسی طرح مذہبی طبقات بھی کیوں پیچھے رہیں۔ وہ بھی سیاست اور مذہب کے نام پر پارٹیاں اور این جی اوز بنا کر سرمایہ داری کے غلیظ سمندر سے ذاتی مفادات کی مچھلیاں پکڑنے کے لیے کوشاں ہیں۔

مقتدر طبقات کی جانب سے معاشی لوٹ مار کی یہ صورتِ حال اس وقت ہے، جب کہ معاشی حوالے سے عام انسان کی حالت ہر گزرتے دن کے ساتھ بدترین صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ ملک مجموعی طور پر توانائی کے بحران، بے محابہ بڑھتی ہوئی مہنگائی، ملکی نظم و نسق میں بدنظمی، زراعت، صنعت اور تجارت کے شعبوں میں تباہ حالی سے دوچار ہے۔ ہر گزرتے سال میں مالیاتی خسارہ بڑھتا جا رہا ہے۔ قومی پیداوار نہ ہونے کے برابر ہے۔ بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ اس کی شرح میں اس سال 43 فی صدی تک اضافہ ہو چکا ہے۔ خطِ غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے والے افراد کی شرح بڑھ کر 49 فی صد ہو گئی ہے۔ مقتدر طبقات کی سرمایہ دارانہ چمک دمک دیکھ کر ہر انسان کی خواہشات اور تمنائیں بے لگام ہوتی جا رہی ہیں اور ان خواہشات کے پورا نہ ہونے پر خودکشیاں کی جا رہی ہیں۔ عام لوگوں کو سنہرے خواب دکھا کر انھیں نوچنے کا عمل جاری ہے۔ بھوک و افلاس کے سائے پھیلتے جا رہے ہیں۔ تین سو ارب روپے کے قرضے معاف کروانے والے محلات میں عیاشی کر رہے ہیں۔ سرمایہ دارانہ جنگِ زرگری میں میڈیا بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ خبروں کو گروہی مفادات کے تناظر میں پیش کیا جاتا ہے۔ قومی اقدار اور روایات فنا کے گھاٹ اتاری جا رہی ہیں۔ فحاشی و عریانی کا سیلاب عروج پر ہے۔ بے راہ روی کو باقاعدہ طور پر فروغ دیا جا رہا ہے۔ اور یوں نوجوانوں کا مستقبل تباہ کیا جا رہا ہے، تاکہ باشعور اور کارآمد نوجوان تیار ہونے کے بجائے عالمی سامراجی مفادات کی آلہ کار نسل تیار کی جائے۔

ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک کے سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل کی اصل جڑ، یعنی سرمایہ دارانہ نظام کی لعنت کا شعوری طور پر ادراک کیا جائے۔ اس حوالے سے سوسائٹی پر مسلط ہونے والی غلامی کا شعور حاصل ہو اور وقتی فوائد کے حصول کے بجائے غلامی کی اس دلدل سے نکلنے اور سرمایہ دارانہ نظام کے چنگل سے آزاد ہونے کے لیے شعوری کوشش کی جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دینِ اسلام کی سچائی پر مبنی سیاسی، سماجی اور معاشی تعلیمات کا شعوری ادراک اور اس کے مطابق عملی جدوجہد کے تقاضوں کو سمجھا جائے اور انھیں عمل میں لانے کے لیے مطلوبہ اجتماعی رویوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے۔ ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام تبدیل کیے بغیر، معاشی مسائل کے حل کی امید رکھنا، ایک فریب کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقلِ سلیم اور شعور عطا فرمائے اور سوسائٹی کے سماجی اور معاشی تقاضوں کو درست تناظر میں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مدیرِ اعلیٰ

خطبہ جمعۃ المبارک

انسانی اجتماعیت قائم کرنے کا نبوی اسوۂ حسنہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 11 / مئی 2012ء بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: نفیس مبارک

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم، امّا بعد: قال اللّٰہ تعالٰی: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ (159:3) صدق اللّٰہ العظیم.

معزز دوستو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی انسانیت کے لیے رہنمائی کا منارۂ نور ہے۔ آپؐ نے جس انداز و اسلوب سے انسانیت کی تربیت کی، انسانیت کی کامیابی کا طریقۂ کار سکھایا، وہ دنیا میں قیامت تک تمام انسانوں کے لیے معیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاص طور پر آپؐ کی جدوجہد سے انسانیت کی ترقی کا جو راستہ کھلا ہے، انسانیت میں نظم وضبط، ڈسپلن اور ایک بہتر نظام قائم کرنے کی صلاحیت و استعداد پیدا ہوئی ہے، اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتیں، محبتیں اور انسانیت کے لیے آپؐ کے کام بے شمار ہیں، لیکن ایک چیز ایسی ہے کہ جو آپؐ کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے۔ انسانی معاشرے میں ترقی کا عمل اُسی وقت آگے بڑھتا ہے، جب انسانی سوسائٹی کے اجتماعی تقاضوں کو سمجھ کر، ان کی تکمیل کے لیے نظم وضبط اور اجتماعیت کے ساتھ کام کیا جائے۔ انسان دوسرے انسانوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انسان، انسانوں کے ساتھ مل کر اجتماعیت کے دائرے میں ترقی کرتا ہے۔ اجتماعی طور پر انسانوں میں رہتے ہوئے کون کون سے مسائل اور مشکلات پیش آسکتی ہیں؟ اور انھیں حل کرنے کا درست طریقۂ کار کیا ہے؟ ان سوالات کے جوابات آپؐ کے فکروعمل نے دیے ہیں۔ گویا اجتماعیت کے مسائل اور اُن کے حل کرنے کا درست طریقۂ کار متعین کرنا، آپؐ کی ایسی خصوصیت ہے، جس میں آپؐ تمام انبیا علیہم السلام سے زیادہ امتیازی شان رکھتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''قیامت کے دن انبیا علیہم السلام اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ کوئی نبی آئے گا، اُس کے ساتھ کوئی اُمتی نہیں ہوگا۔ ساری عمر دعوت دی، کام کیا، حق بات کی طرف بلایا، قربانی دی، لیکن ایک بھی اُمتی، ایک بھی آدمی اُن کی دعوت کو قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔ دوسرے انبیاؑ آئیں گے، کسی کے ساتھ دو، کسی کے ساتھ چار، کسی کے ساتھ پانچ، کسی کے ساتھ کچھ مختصر سی افرادی قوت ہوگی۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اُفق پر ایک نبی کے ساتھ ایک جماعت چلی آ رہی ہے، میں نے سمجھا کہ شاید یہ میری اُمت ہے۔ تو بتلایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی امت ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی پیدا کردہ اجتماعی طاقت وقوت نے دنیا کے ایک خطے میں خاص طور پر بہت زیادہ اثرات ونتائج پیدا کیے ہیں۔ اُس کے بعد میں نے دیکھا کہ صرف ایک جہت سے نہیں، بلکہ دائیں، بائیں، آگے، پیچھے سے ایک بہت بڑی اجتماعیت، جس نے پورے اُفق کو گھیر لیا، چلی آ رہی ہے۔ تو مجھے کہا گیا کہ یہ تمہاری جماعت ہے۔ اُمتِ محمدؐیہ ہے۔ یعنی افراد کو ایک جگہ پر کسی نظم وضبط اور ڈسپلن میں لانے کے حوالے سے اور ان کی اجتماعیت تشکیل دینے میں، پھر تعلیم وتربیت اور مقاصد واہداف کے حصول کے لیے کام کرنے کی صلاحیت میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کارکردگی، آپؐ کی جدوجہد اور کوشش، دنیا کے تمام انبیا کے مقابلے پر ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ کہنے کو تو انسانیت کا ایک بہت بڑا انبوہ جمع کیا جا سکتا ہے، افراد ہمیشہ سے جمع ہوتے چلے آرہے ہیں، لیکن اس اجتماع میں ایک نظریے، فکر، سوچ کے مطابق تعلیم وتربیت، نظم وضبط اور اجتماعیت کے تقاضوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی صلاحیت واستعداد پیدا کرنا، سب سے اہم کام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت، نہ صرف افراد کی تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہے، بلکہ اُن میں اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کی صلاحیت بھی اعلیٰ ترین درجے کی ہے۔

قرآن حکیم نے جا بجا آپؐ کی اُن خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے، جس کے سبب سے یہ اجتماعیت قائم ہوئی۔ انسانی تاریخ میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی منظّم جماعت کا تشکیل پذیر ہونا، آپؐ کے اعلیٰ اَخلاق کا اثر اور نتیجہ ہے۔ آپؐ کی تربیت کا کمال ہے۔ جو آیت ابھی خطبے میں تلاوت کی گئی، اس میں قرآن نے خاص طور پر حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: اللہ کی آپ پر خاص رحمت ہے۔ اس کے نتیجے میں آپ انسانوں کے اس اجتماع کے لیے انتہائی نرم اور شفیق ہیں۔ اگر آپ انتہائی غصیلے اور دل کے سخت ہوتے تو آپ کے گرد و پیش جو افراد جمع ہیں، یہ سب کے سب بھاگ جاتے۔ کوئی آپ کے قریب نہ پھٹکتا۔'' ایک مربی، ایک معلّم، ایک لیڈر، ایک رہنما کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش موجود افراد میں اجتماعیت پیدا کرتا ہے اور ان کی صلاحیت واستعداد کے مطابق ان میں نکھار پیدا کرنے اور ان سے کام لینے کے لیے بہترین اقدامات کرتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔'' صحابہؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ: کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ''ہاں! میں نے بھی مکے والوں کی بکریاں چند ٹکوں کے عوض چرائی ہیں۔'' بکری ایک ایسا جانور ہے کہ نہ اس کے ساتھ سختی کی جاسکتی ہے، اور نہ اس کو بے ہنگم چھوڑ کر مطمئن ہوا جا سکتا ہے۔ ریوڑ میں چلتی ہوئی بکری کسی بھی وقت کسی بھی طرف کا رُخ کر سکتی ہے۔ ایک بکری یا بھیڑ ایک طرف چلے تو دوسری بھیڑیں بھی اُسی کے پیچھے چلی جاتی ہیں۔ اور ابھی اس کو پکڑنے کی کوشش کرو تو دوسری بکری دوسری طرف کا رُخ کر لیتی ہے۔ ان کو ایک جگہ اکٹھا رکھ کر چلانا، سب سے مشکل کام ہے۔ پھر اگر تنگ آ کر غصے کی حالت میں کسی بکری کو کوئی ڈنڈا لگ گیا تو وہ وہیں فارغ۔ اب اس بکری کو برداشت کرنا ہے اور اس کو ریوڑ کے اندر رکھنا ہے۔ اجتماعیت کے اندر رکھنا ہے۔ اس کو بھیڑیے سے بھی بچانا ہے۔ اس کے پیٹ بھرنے کا جو صحیح طریقۂ کار ہے، وہ بھی پورا کرنا ہے۔ بکری چرانا بھی ایک فن ہے کہ اس کا پیٹ بھی بھرے، وہ اپنے ریوڑ کے اندر بھی رہے اور اس کے دشمن بھیڑیے سے اس کو بچانے کی حکمتِ عملی بھی اپنانی ہے۔ جو انسان زرعی دور میں بکریوں کو ایک منظّم ریوڑ کی شکل دینے کی صلاحیت رکھتا ہے، وہ انسانوں کی بھی صحیح تربیت کر سکتا ہے۔ انسانوں کے اندر بھی اجتماعیت کو برقرار رکھ سکتا ہے۔

ہر فرد یکساں ذہنی صلاحیت کا حامل نہیں ہوتا اور نہ ہی تمام افراد میں یکساں عملی صلاحیتیں و مہارتیں ہوتی ہیں۔ کوئی کسی انداز میں سوچ رہا ہے، کوئی کسی انداز میں عمل کر رہا ہے۔ ان تمام کو ایک فکر، ایک نظریے، ایک عملی جدوجہد کے مطابق منظّم اور مربوط بنانا بڑا مشکل کام ہے اور یہ مشکل کام انبیا علیہم السلام قبول کرتے ہیں۔ نبوت کا مقصد دراصل انھی مشکلات کے حل کرنے کے تناظر میں ہے۔ اور نبی اکرمؐ تو ''نبی الأنبیاء'' اور انبیاؑ کے سردار ہیں۔ آپؐ کے نظم وضبط، آپؐ کے ڈسپلن، آپؐ کے کام کرنے کا انداز واسلوب باقی تمام انبیا سے زیادہ جامع ہے۔ یہی وہ بنیادی کام ہے، جسے حدیث میں ''سیاست'' کہا گیا ہے۔ انبیا علیہم السلام اور خاص طور پر بنی اسرائیل کے انبیاؑ کے بارے میں اسی لیے نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ ''وہ اپنی قوموں کی سیاست کرتے تھے۔'' عربی زبان میں گھوڑے کی پرورش، نگرانی اور گھوڑے کو دوڑنا سکھانا، خاص طور پر

لڑائی کے میدان میں، مختلف نسلوں کی پہچان رکھنا، اوران میں ان کی نسل کے اعتبار سے دوڑنے کی صلاحیت واستعداد پیدا کرنے کو "سِیاسۃُ الفَرس" (گھوڑے کی سیاست) کہا جاتا ہے، جو گھوڑے کی قسموں، نسلوں، ان کے دوڑنے کے انداز واسلوب، ان کی پاور اور قوت کو جانتا ہے، وہ "سِیاسۃُ الفَرس" (گھوڑے کی سیاست) کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے لکھا ہے: "انسانوں کی صلاحیت کے مطابق ان سے کام لینا، انسانوں کی سیاست ہے۔" انبیا علیہم السلام انسانوں کی سیاست کے لیے کردار ادا کرتے ہیں۔ جتنے بھی جانور ہیں، ان کی ذہنی اور عقلی صلاحیتیں انسان سے کہیں کم تر ہیں۔ جب کہ انسان، جو بیک وقت روح اور جسم پر مشتمل ہے اور نفس، قلب اور عقل رکھنے والی دنیا کی سب سے پیچیدہ اور متنوع مخلوق ہے، اس کی تربیت کرنا، اس کو نکھارنا، اس کی سیاست کرنا، وہ بھی اُتنا ہی متنوع اور ذمہ داری کا عمل ہے۔ اس کام کے لیے اتنی ہی جامعیت کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

دیکھیے! ایک فزکس اور کیمسٹری کا ماہر ہے، مرکبات کی کیمیائی خصوصیات کا ماہر ہے، وہ بے جان عناصر اور مواد کو لیب میں بیٹھا ہوا ٹیسٹ کرتا رہتا ہے۔ وہ ایک کو دوسرے سے ملا کر، دوسرے کو تیسرے سے ملا کر اُس کے ایکشن اور ری ایکشن چیک کرتا رہتا ہے۔ اب بے جان چیزوں کا تجزیہ کرنا اور نیا کمبینیشن تیار کرنا آسان کام ہے۔ جب کہ ایک انسان، جو قلب کی بنیاد پر اپنے عزائم اور ارادے رکھتا ہے۔ جو اپنی عقل کی بنیاد پر سوچتا اور تجزیے کرتا ہے۔ جو اپنے نفس کے تقاضوں کے مطابق کھانے، پینے، پہننے اوڑھنے اور دیگر خواہشات کے مطالبات رکھتا ہے۔ اس کے اندر ایک دھڑکتا ہوا دل ہے۔ وہ دل جو ہر وقت حرکت پذیر ہے، کسی ایک جگہ پر نہیں ٹھہرتا۔ ایسے انسانی عناصر کو ایک اجتماعیت میں پرونا، ایک نظریے پر مجتمع کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ آپ بتائیے! اتنے ہزاروں لاکھوں انسان، جن کی عقلی اور جسمانی صلاحیتیں مختلف اور منتشر ہیں، ان کو ایک اجتماعیت کے سانچے میں ڈھالنا، ان کو ارتفاقِ اول سے بین الاقوامی ارتفاق تک ترقی دینا، اقوامِ عالم کے درمیان مربوط اور منظّم انداز میں ان کی سیاسی، معاشی، عمرانی ضروریات کی تکمیل کا عالم گیر سسٹم بنانا کس قدر بڑا چیلنج ہوگا۔ باقی تمام شعبوں کے ماہرین تو اُن بے جان اشیا یا انسان سے کم تر درجے کے جان داروں کا تجزیہ کرتے اور انھیں بہتر بنانے کے لیے کام کرتے ہیں، جب کہ منصبِ نبوت انسان سازی کا کام ہے۔ اس منصب کا تقاضا انسانوں کی ذہنی، فکری، عملی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کر کے ان میں انسانی اجتماعیت قائم کرنا ہے۔ اور اس اجتماعیت میں وحدتِ فکر و عمل، اپنے اہداف کے حصول کے لیے منظّم انداز میں جدوجہد اور کوشش کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے۔

قرآن حکیم میں انبیا علیہم السلام کی اس جدوجہد کے حوالے سے جتنے بھی انبیا کے واقعات آئے ہیں، ان کا بنیادی مقصد انسانی فکر و عمل کے مربوط انداز واسلوب کی نشان دہی کرنا ہے کہ انبیا انسانوں میں کیسی عمدہ صلاحیتیں پیدا کرتے رہے اور ان کے مقابلے میں فرعون، نمرود، شداد، ہامان نے انسانی وحدت کو توڑنے کے لیے کیا کام کیا۔ پورا قرآن اول سے آخر تک انسانیت کے رویوں سے بحث کرتا ہے۔ اور یہ بتلاتا ہے کہ کون سے انسانی رویے صحیح ہیں، کون سے غلط ہیں۔ قرآنِ حکیم ایک طرف انبیا، اولیا، علمائے ربانیین کے رویے بیان کرتا ہے اور دوسری طرف فرعون، نمرود، شداد، ہامان اور قارون کے رویے بیان کرتا ہے۔ یہ انسانی اجتماعیت کے حوالے سے ہے کہ اجتماعیت کے لیے یہ رویے منفی ہیں۔ اور انبیا کے رویے مثبت ہیں۔ ان رویوں پر انسانیت کی تعمیر کی جائے تو وہ کامیابی کی منازل طے کر لے گی۔ منفی رویے موجود ہوں تو یہ اجتماعیت دشمن عناصر ہیں۔ قرآن حکیم نے خاص طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت سے کہا کہ: "دیکھو! تم لوگ دشمن تھے، (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے نتیجے میں) تمہارے دلوں میں محبت پیدا ہوگئی۔" آپؐ کی تربیت کے نتیجے میں ایسی اجتماعیت قائم ہوئی، کہ جس کے بارے میں قرآن حکیم نے کہا: صَفًّا كَاَنَّهُمۡ بُنۡيَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ (4:61) گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی شکل میں انسانوں کی ایک منظّم جماعت وجود میں آگئی۔ اس منظّم اجتماعیت نے اپنی تنظیمی طاقت کے بل بوتے پر اپنے سے تین گنا بڑی طاقت کو شکست دے دی۔

سیاست، اجتماعیت، نظم وضبط، منظّم طاقت وقوت پیدا کرنا آپؐ کا امتیازی اور خصوصی حیثیت کا حامل کام ہے۔ آپؐ نے انسانی اجتماعیت میں مکمل نظم وضبط اور ڈسپلن، نظریۂ فکرو عمل، کچھ اس طریقے سے راسخ کردیا کہ وہ دنیا وآخرت کی کامیابی کے لیے ایک معیار قرار پایا۔

سیاست، اجتماعیت، نظم وضبط، منظّم طاقت وقوت پیدا کرنا آپؐ کا امتیازی اور خصوصی حیثیت کا حامل کام ہے۔ آپؐ نے انسانی اجتماعیت میں مکمل نظم وضبط اور ڈسپلن، نظریۂ فکر و عمل، کچھ اس طریقے سے راسخ کر دیا کہ وہ دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے ایک معیار قرار پایا۔ سورت احزاب میں کہا گیا کہ "یہ تمہارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔" اِسے اپنے پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، کیوں کہ اگر اس کی خلاف ورزی ہوگی، تو سوسائٹی میں انارکی پیدا ہوگی۔ اجتماعیت نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سوسائٹی میں انتشار ہے اور قرآن نے اس انتشار کو فتنے سے تعبیر کیا ہے۔ اور کہا: وَالۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ (191:2) سوسائٹی کی اجتماعیت کو توڑ کر فتنہ برپا کرنا انسانی قتل سے زیادہ شدید ترین عمل ہے۔ لوگ قتل کو تو جرم سمجھتے ہیں، لیکن سوسائٹی کی اجتماعیت کو توڑ کر اس میں فتنہ اور انتشار پیدا کرنے کو جرم نہیں سمجھتے، حال آں کہ یہ اُس سے بڑا جرم ہے۔ سیاسی طاقت ہمیشہ قوموں میں سے فتنے اور انتشار کو ختم کرتی ہے۔ جس قوم کی اپنی سیاست، اپنی اجتماعیت قائم ہو جائے، وہ انتشار کی حالت سے نکل سکتی ہے۔

مسلمانوں کے غلبے کے دور، یعنی خلفائے راشدین، خلفائے بنوامیہ، خلفائے بنوعباس کے ذریعے سے انسانی معاشرے میں نبیؐ کی سیاست کا عکس آیا، سیاسی اور معاشی طاقت کی اساس پر اجتماعیت پیدا ہوئی، دنیا بھر کی اقوام کی عالمی سطح پر شیرازہ بندی ہوئی۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اجتماعی حوالے سے تاریخ کا مطالعہ ہمارے ذہنوں سے محو کر دیا گیا، بلکہ اُلٹا ہمارے دماغوں میں ڈال دیا گیا کہ نبیؐ کی سیاست تو بس تیس سال رہی۔ اگر نبی کے بعد صحابہؓ میں صرف حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ تک سیاست رہتی ہے تو آج چودہ سو سال بعد اسلام کی سیاست چہ معنی دارد! سیاست قوموں کی اجتماعیت اور ترقی کے لیے کردار ادا کرنے کا نام ہے۔ اور مسلمان جماعت سیاسی شعور اور اجتماعی طاقت کے بغیر نہ دنیا کی کامیابی حاصل کر سکتی ہے نہ آخرت کی۔ آج اجتماعیت پر مبنی سیاسی تقاضے ہمارے دماغوں سے نکل گئے۔ کتابی علم تو ہے، رسمی طور پر قرآن پڑھ لیا، کچھ احادیث رَٹ لیں، بزرگوں کے قصے کہانیاں یاد کر لیے، لیکن سوسائٹی کی اجتماعی ترقی کے لیے جس سیاسی تربیت، سیاسی شعور، منظّم اجتماعیت کی ضرورت ہے، اسے پس پشت ڈال دیا! ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، قرآنِ حکیم اور انبیا علیہم السلام کی جدوجہد کو اس تناظر میں سمجھنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی اجتماعیت کے لیے جو طریقۂ کار، نظم وضبط، ڈسپلن اور معیارات قائم کیے، وہ کیا تھے؟ اور اس کے مطابق اپنی سوسائٹی کی تعمیر وتشکیل کے لیے کردار ادا کرنا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

rahimia.org

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی

یادیں اور تأثرات

مسجد الحرام مکۃ المکرمہ کے استاذ، حضرت مولانا محمد مکی مدظلہ کا بیان

مؤرخہ: 20/ اکتوبر 2010ء۔ بمقام: حرمِ مکہ (آخری قسط)

حضرت سندھیؒ نے فرمایا کہ: ''ایک تو (میں علما سے کہتا ہوں کہ وہ) مہربانی کریں کہ اب کوئی دارالعلوم کے نام پر ''گزران العلوم'' نہ بنائے۔ البتہ ایک ضروری کام یہ کریں کہ جہاں حکومت کوئی یونیورسٹی بنائے، کالج بنائے، وہیں تم لوگ طلبا کی رہائش کے لیے ہاسٹل بناؤ۔ مدرسہ نہ ہو، دارالعلوم نہ ہو، ہاسٹل ہو اور اس میں بس مسجد ہو۔ اس ہاسٹل میں طلبا کو مفت رہائش دی جائے، لیکن کھانے کے پیسے اُن سے لیے جائیں۔ ان سے کہا جائے کہ ''بھئی کھانے کے پیسے جمع کراؤ۔'' اور رہائش فری ہو، بس ان سے یہ شرط طے کرلی جائے کہ بیٹا! جب تک تم اس ہاسٹل میں رہو گے، تو نماز جماعت سے پڑھو گے۔ جب تم کالج میں جاؤ، کہیں جاؤ، تو ہم تمھیں کچھ نہیں کہیں گے۔ تم جانو، تمہارا خدا جانے۔'' اور صبح کی نماز کے بعد تین آیات درسِ قرآن، اور عشا کے بعد تین احادیث کا درس دیا جائے۔ پھر یہی لوگ کل کو حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچیں گے۔ یہ مولوی تو نہیں بنیں گے، لیکن مولوی بے زار بھی نہیں ہوں گے۔ ان کو مولویوں سے نفرت نہیں ہوگی۔ یہ تمہارے قریب رہ چکے ہوں گے۔ اور انھوں نے تم سے استفادہ کیا ہوگا۔'' حضرت سندھیؒ نے فرمایا کہ: ''ایک تو آپ یہ کریں کہ مدارس نہ بنائیں۔ جہاں بھی آپ دیکھیں کہ دیہات ہے، دور دراز کا مقام ہے اور اس جگہ گورنمنٹ، کالج یا یونیورسٹی بنا رہی ہے، آپ وہاں فوراً ہاسٹل بنالیں۔ اور اس کے شرائط یہ ہیں کہ بھئی آپ کو کھانے کی پیمنٹ دینی ہوگی۔ رہائش آپ کی فری ہوگی، لیکن جو ٹائم آپ کا ہاسٹل میں ہوگا، نماز جماعت سے پڑھنی ہوگی۔

دوسری بات حضرت سندھیؒ نے یہ فرمائی کہ: ''خدا کے لیے آج ہر مدرسہ یہ فیصلہ کرے کہ اپنی اپنی استعداد اور اپنی اپنی حیثیت کے مطابق بعض مدارس دس آدمی، بعض مدارس بیس، بعض پچاس آدمی فوج میں داخل کرائیں۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ اپنے نوجوانوں کو فوج میں بھیج دیں۔'' فرمایا کہ: ''میں علیٰ وجہ البصیرت دیکھ رہا ہوں کہ آنے والے انقلابات فوجی ہوں گے۔ اس پوری دنیا پر فوج حکومت کرے گی۔ کوئی سیاسی حکمران نہیں ہوگا۔ اور اگر سیاسی حکمران ہوگا تو ان کے تابع ہوگا اور اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ اگر تمہارے لوگ فوج میں ہوئے، تو یہی لوگ کبھی نہ کبھی کسی مقام پر پہنچیں گے۔'' ورنہ فرمایا کہ: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے ہاتھ ہوں گے اور مولویوں کی داڑھیاں ہوں گی۔ ایک دفعہ پھر تمھیں گھسیٹا جائے گا، ایک دفعہ پھر تمھیں لٹکایا جائے گا۔ اور ایک دفعہ پھر تم پر ملک دشمنی کا داغ لگایا جائے گا۔ اگر تم اب بھی نہ سنبھلے تو پھر ؎ تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

حضرت والد (مولانا خیر محمد) صاحبؒ فرماتے تھے کہ: ''بھئی حضرت سندھیؒ کے ساتھ جب بھی ملاقات ہوتی تو آپؒ یہ بات ایک دو دفعہ ضرور فرماتے تھے۔'' حضرت والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ: ''میں نے یہ بات چھیڑی کہ حضرت! بعض لوگ آپ کو حضرت عیسیٰ بن مریم کی حیات اور ان کے رفعِ حقیقی کا منکر سمجھتے ہیں، اور آپ پر الزام لگاتے ہیں۔'' اس پر حضرت سندھیؒ نے فرمایا کہ: ''بھائی! معاملہ تو بندے کا اللہ کے ساتھ ہوتا ہے، مجھے کیا پڑی ہے کہ صفائی دوں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کبھی کبھی میں جوشِ خطابت میں آکر یہ بات کہہ دیتا تھا کہ میاں کافروں سے لڑو۔ کیا تم عیسیٰ کے انتظار میں بیٹھے ہو کہ وہ آکر لڑیں گے۔ یعنی تم اس وجہ سے اپنے آپ کو بے عمل کرکے اپنے آپ کو جدوجہد سے بچانا چاہتے ہو کہ عیسیٰ آئیں گے تو دین غالب ہوجائے گا۔ اس وقت تک تم مار کھاتے رہو گے؟'' تو حضرت سندھیؒ نے فرمایا کہ: ''اس انداز میں تو میں نے کئی دفعہ بات کی ہے، لیکن جو چیز نصوص سے اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہوتی ہے، اس کا میں کیسے انکار کرسکتا ہوں۔'' حضرت سندھیؒ نے فرمایا کہ: ''یہ تو عجیب بات ہے۔''

حضرت والد صاحبؒ نے یہ بھی کہا کہ: ''ہم نے حضرت سندھی سے یہ بھی پوچھا کہ لباس کے بارے میں بھی آپ خیال نہیں فرماتے؟'' انھوں نے کہا کہ: ''لباس کے بارے میں قیدی کیا خیال کرے گا کہ جب کسی کو جیل میں بھیج دیا جائے، جو پہنائیں گے، وہ پہنے گا۔ ہم تو جیل میں دن گزارتے ہیں، اس لیے ہمیں کہیں پینٹ مل جائے تو پہن لیتے ہیں، چادر مل جائے تو باندھ لیتے ہی، اور کبھی پائجامہ مل جائے تو پہن لیتے ہیں۔ میں نے تو کبھی اپنے شوق سے یہ لباس نہیں بنوائے ہیں کہ مجھ پر اعتراض کیے جائیں اور الزامات رکھے جائیں۔'' بہرحال حضرت والد صاحب فرماتے تھے: ''واقعی یہ حقیقت ہے کہ ہم نے بھی حضرت سندھیؒ جیسے اساتذہ نہیں دیکھے۔ اور حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ جیسا کوئی شیخ نہیں دیکھا۔ یہ ایسے حضرات ہیں جن کی پوری زندگیاں اتباعِ سنت میں گزریں۔ جنھوں نے کبھی ایک منٹ کے لیے بھی یہ ظاہر ہونے نہیں دیا کہ اللہ نے انھیں کتنی بڑی ولایت اور بلند مقامات عطا فرمائے ہیں، بلکہ اگر کبھی اتفاقیہ کرامات کا ظہور بھی ہوتا تھا تو ان کو چھپاتے، نہ کہ موجودہ دور کی طرح شہرت کرنے کے لیے پراپیگنڈا کیا جاتا۔ ٹی وی پر اعلان کیے جاتے ہیں اور لوگوں کو دھوکے میں ڈالا جاتا ہے۔ حال آں کہ یہ کشف و کرامات کوئی اتنی بڑی چیز نہیں ہوتی، بلکہ ''الإستقامة فوق الكرامة'' (دین اور سچے نظریے پر استقامت، کرامت سے بالاتر ہے۔) اصل بات تو ''استقامة على الدين'' (دین پر استقامت) ہے۔ اصل بات تو کتاب و سنت کی اتباع ہے۔ جہاں تک کشف وغیرہ کی باتیں ہیں یا ان چیزوں کا کسی کو حاصل ہوجانا ہے، تو کشف تو ایک چیونٹی کو بھی ہوجاتا ہے اور قرآن کے الفاظ میں چیونٹیوں کی سردار کہتی ہے کہ: ''اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہوجاؤ، تمھیں سلیمان اور ان کا لشکر روند نہ ڈالے۔'' (18:27) اسی طرح کشف تو ہُد ہُد کو بھی ہوجاتا ہے کہ وہ زمین دیکھ کر پانی کی موجودگی بتا دیتا ہے اور حضرت سلیمان؈ نہیں بتا سکتے تھے۔ اصل یہ چیزیں نہیں ہیں، اصل تو اتباعِ کتاب، اتباعِ سنت اور ان پر استقامت ہے۔'' حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ: ''یہ چیزیں الحمدللہ! ہم نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ وغیرہ میں اسی طرح دیکھی ہیں۔ جہاں تک حضرت سندھیؒ کا تعلق تھا، کیوں کہ وہ صرف عالم ہی نہیں، بلکہ وہ مجاہد بھی تھے۔ وہ صرف عالم ہی نہیں، وہ ایک انقلابی بھی تھے۔ ہر وقت ان کی ایک انقلابی سوچ ہوتی تھی۔ کہ آج کا مولوی، ان کی سوچ کو اپروچ ہی نہیں کرسکتا۔

اسی طرح ایک دفعہ والد صاحبؒ فرمانے لگے کہ: ''کسی آدمی نے حضرت سندھیؒ سے پوچھا کہ: حضرت! قرآن پاک کی سورۃ الغاشیہ میں آیا ہے: ''کیا تم نے اونٹ کو نہیں دیکھا کہ اِسے کیسے پیدا کیا گیا ہے۔'' (17:88) اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت سندھیؒ نے فرمایا کہ: ''ہاں بھائی! اس میں دعوتِ توحید تو واضح ہے، جسے ہر مفسر نے بیان کیا ہے، لیکن اصل میں سیاسی لیڈر کے لیے اس کے اندر ہدایات دی گئی ہیں۔'' تو حضرت سندھیؒ کا اپنا ایک سیاسی مزاج تھا۔ تو سوال کرنے والے نے کہا کہ: ''حضرت! سیاسی لیڈر کے لیے اس میں کیا رہنمائی ہے؟'' حضرت سندھیؒ نے فرمایا: ''اس کے لیے اس میں ہدایت یہ ہے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اونٹ کتنا صبر کرتا ہے۔ تمھیں بھی اگر بھوک ہڑتال کرنی پڑے تو صبر کرسکو۔ پیاسا رہنا پڑے تو صبر کرسکو۔ اور لوگوں کے بوجھ اٹھانے پڑیں تو بوجھ اٹھا سکو۔ تم گرمی سردی کے اندر مشقتیں برداشت کرسکو۔ ''آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ کیسے بلند کیا گیا ہے۔'' (18:88) تمہارے اندر آسمانوں کی طرح بلندی ہو۔ کوئی تمھیں چھو نہ سکتا ہو۔ ''پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھا کہ انھیں زمین میں گاڑ دیا گیا ہے۔'' (19:88) اور تم میں پہاڑوں کی سی استقامت ہو کہ جب کوئی فیصلہ کرلو، جیسے پہاڑ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تو سیاسی لیڈر کو بھی اپنے فیصلے سے نہیں ہٹنا چاہیے۔ ''زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ کیسے بچھا دی گئی ہے۔'' (20:88) یعنی اپنے کارکنوں کے لیے زمین کی طرح بچھ جاؤ۔ تمھارے اندر پورا اخلاص ہو۔'' سوال کرنے والے نے پوچھا کہ ''تو پھر اگلی آیت میں: ''نصیحت کرو، کہ آپ ہی نصیحت کرنے کے لائق ہیں۔'' (21:88) کہنے کی کیا ضرورت تھی؟'' حضرت سندھیؒ نے فرمایا: ''بتانا یہ تھا کہ جب تم ان صلاحیتوں تک پہنچ گئے، اب تمھیں مقامِ تذکیر حاصل ہوگیا، اب تم لیڈر بنو گے۔ اب تم داعی بنو گے، اب قائد بن کر کردار ادا کرسکو گے۔'' واللہ اعلم

Monthly RAHIMIA Lahore LRL 466 CPL No. 59

نقشہ اوقات سحر وافطار رمضان المبارک 1433ھ/ جولائی، اگست 2012ء

تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	ایام	لاہور		اسلام آباد		ملتان		پشاور		کوئٹہ		کراچی		سکھر	
رمضان المبارک	جولائی	دن	سحر	افطار	سحر	افطار	سحر	افطار	سحر	افطار	سحر	افطار	سحر	افطار	سحر	افطار
یکم	21	ہفتہ	3:36	7:08	3:33	7:17	3:52	7:15	3:37	7:23	4:10	7:33	4:28	7:22	4:12	7:20
2	22	اتوار	3:37	7:08	3:33	7:16	3:53	7:15	3:38	7:23	4:11	7:33	4:28	7:22	4:13	7:20
3	23	سوموار	3:38	7:07	3:35	7:15	3:54	7:14	3:39	7:22	4:12	7:32	4:29	7:21	4:14	7:19
4	24	منگل	3:39	7:06	3:35	7:15	3:55	7:13	3:40	7:21	4:13	7:32	4:30	7:21	4:14	7:19
5	25	بدھ	3:40	7:06	3:37	7:14	3:56	7:12	3:41	7:20	4:14	7:31	4:31	7:21	4:15	7:18
6	26	جمعرات	3:41	7:05	3:37	7:14	3:56	7:12	3:42	7:20	4:14	7:31	4:31	7:21	4:16	7:18
7	27	جمعۃ المبارک	3:42	7:05	3:39	7:13	3:57	7:11	3:43	7:19	4:15	7:30	4:32	7:20	4:17	7:17
8	28	ہفتہ	3:42	7:04	3:39	7:12	3:57	7:11	3:44	7:18	4:16	7:29	4:32	7:20	4:17	7:17
9	29	اتوار	3:43	7:03	3:41	7:11	3:59	7:10	3:45	7:17	4:17	7:28	4:33	7:19	4:18	7:16
10	30	سوموار	3:44	7:02	3:41	7:11	4:00	7:10	3:46	7:17	4:18	7:28	4:34	7:18	4:19	7:15
11	31	منگل	3:45	7:02	3:43	7:10	4:01	7:09	3:47	7:16	4:19	7:27	4:35	7:17	4:20	7:14
12	یکم اگست	بدھ	3:46	7:01	3:44	7:09	4:02	7:08	3:48	7:15	4:20	7:26	4:35	7:17	4:20	7:14
13	2	جمعرات	3:47	7:00	3:45	7:08	4:02	7:07	3:49	7:14	4:21	7:26	4:36	7:17	4:21	7:13
14	3	جمعۃ المبارک	3:48	6:59	3:46	7:07	4:03	7:06	3:50	7:13	4:22	7:25	4:37	7:16	4:22	7:12
15	4	ہفتہ	3:49	6:59	3:47	7:06	4:04	7:06	3:51	7:12	4:22	7:24	4:37	7:15	4:23	7:12
16	5	اتوار	3:50	6:58	3:48	7:05	4:05	7:05	3:52	7:11	4:23	7:23	4:38	7:14	4:24	7:11
17	6	سوموار	3:51	6:57	3:49	7:04	4:06	7:04	3:53	7:10	4:24	7:23	4:38	7:14	4:24	7:10
18	7	منگل	3:52	6:56	3:50	7:03	4:07	7:03	3:54	7:09	4:25	7:22	4:39	7:13	4:25	7:09
19	8	بدھ	3:53	6:55	3:51	7:02	4:08	7:02	3:55	7:08	4:26	7:21	4:40	7:13	4:26	7:09
20	9	جمعرات	3:54	6:54	3:52	7:01	4:09	7:01	3:57	7:07	4:27	7:20	4:41	7:12	4:27	7:08
21	10	جمعۃ المبارک	3:55	6:53	3:53	7:00	4:09	7:01	3:58	7:06	4:28	7:19	4:41	7:11	4:27	7:07
22	11	ہفتہ	3:55	6:52	3:54	6:59	4:10	7:00	3:59	7:05	4:29	7:18	4:42	7:10	4:28	7:06
23	12	اتوار	3:56	6:51	3:55	6:58	4:11	6:59	4:00	7:04	4:29	7:17	4:42	7:10	4:29	7:06
24	13	سوموار	3:57	6:50	3:56	6:57	4:12	6:58	4:01	7:03	4:30	7:16	4:43	7:09	4:30	7:05
25	14	منگل	3:58	6:49	3:57	6:56	4:13	6:57	4:02	7:02	4:31	7:15	4:43	7:08	4:30	7:04
26	15	بدھ	3:59	6:48	3:58	6:55	4:14	6:56	4:03	7:01	4:32	7:14	4:44	7:07	4:31	7:03
27	16	جمعرات	4:00	6:47	3:59	6:54	4:14	6:55	4:04	7:00	4:33	7:13	4:45	7:06	4:31	7:02
28	17	جمعۃ المبارک	4:01	6:46	4:00	6:53	4:15	6:54	4:05	6:59	4:34	7:12	4:46	7:05	4:32	7:01
29	18	ہفتہ	4:02	6:45	4:01	6:52	4:16	6:53	4:06	6:58	4:34	7:11	4:46	7:05	4:33	7:00
30	19	اتوار	4:03	6:44	4:02	6:51	4:17	6:52	4:07	6:56	4:35	7:10	4:47	7:04	4:34	6:59

نوٹ: یہ نقشہ علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کی زیرِ نگرانی ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں دو منٹ کی احتیاط پیشِ نظر رہنی چاہیے۔